Lesson 2: Yunus (Ayaat 21- 30): Day 7

سُوۡرَةُ یُوۡنس کی تفسیر

جب تنگی تکلیف دُور ہو جاتی ہے تو پھر کیا ہو تا ہے؟

فَلَمَّآ اَنۡجٰهُمۡ اِذَا هُمۡ يَبۡغُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ‌ؕ -- لیکن جب وہ ان کو نجات دے دیتا ہے تو ملک میں ناحق شرارت کرنے لگتے ہیں۔

یہ بڑی ناشکری کی بات ہے۔ انسان بڑا کم ظرف ہے۔ اگر کوئی بیماری، تکلیف، غم، پریشانی، تھی تو فطرت پہ پڑے پردے کُھل گئے اور جب اللہ وہ غم، پریشانی دور کر دیتا ہے تو آنکھیں کُھل جاتی ہیں۔

لفظ يَبۡغُوۡنَ بغی سے ہے۔ بغاوت۔ ب غ ی۔ چکھنا۔ اگر اس کو Positive معنی میں لیں تو عدل و احسان کے معنی میں آتا ہے۔ اور اگر Nagetive معنوں میں لیں تو مطلب ہوتا ہے بغاوت، سرکشی۔ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں کسی انسان کو سرکشی کا حق نہیں ہے۔ یہ اللہ کا احسان تھا کہ وہ ہمیں دنیا میں لے آیا۔ جب انسان کی زندگی میں آندھیاں طوفان آتے ہیں تو اُس کا کام ہے کہ ایسے حالات میں وہ اپنے آپ کو اللہ کی طرف لے چلے۔ لیکن وہ بہت کم حوصلہ ہے۔ خوش بھی جلدی ہو جاتا ہے اور دُکھی بھی جلدی ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ سرکشیاں کرنے لگتا ہے۔ اللہ کہتا ہے؛

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو (اس کے آگے اپنا نام لکھیں)

اِنَّمَا بَغۡيُكُمۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ‌ۙ

تمہاری شرارت کا وبال تمہاری ہی جانوں پر ہو گا

آپ اس آیت کو آخرت سے چھوڑ کے دنیاپہ لے آئیں۔ اگر کوئی بغاوت کرتا ہے تو اُس کا نقصان کسے ہوتا ہے۔ مثلاً آپ ایک روڈ پہ گاڑی چلا رہے ہیں جس پہ speed limit 60 ہے اور آپ 80 پہ چلا رہے ہیں، سامنے سے ایک دم گاڑی آجائے تو کس کا نقصان ہو گا۔ آپ کا۔ سگرٹ نوشی منع ہونے کے باوجود کوئی کرے تو نقصان کس کا ہو گا۔ سگرٹ پینے والے کا۔ دنیا میں کسی بھی غلط کام کا، گناہ کا اثر انسان کی اپنی زندگی پر پڑتا ہے۔ یہی اصول آخرت کا ہے۔ کتنے دن بھاگو گے، کتنے دن فائدہ اُٹھاو گے اس دنیا سے، کتنا بھاگو گے۔

حدیث کا مفہوم ہے کہ وہاں گناہ کرو جہاں اللہ نہ ہو۔ کسی بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ میں گناہ کرنا چاہتا ہوں تو بزرگ نے کہا وہاں چلے جاو جہاں سے تمہیں اللہ نہ پکڑے، موت کے فرشتے نہ پہنچ سکیں، جہاں کراماً کاتبین نہ ہوں۔ کہا ایسی تو کوئی جگہ نہیں تو کہا کہ کیا پھر تم اللہ کی نافرمانی کرتے ہو۔

اس لیئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٣﴾

تم دنیا کی زندگی کے فائدے اُٹھالو۔ پھر تم کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے۔ اس وقت ہم تم کو بتائیں گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے ۔

پھر پتہ چلے گا کہ ان نعمتوں کو تم نے misuse کیا ہے یا ٹھیک استعمال کیا ہے۔ کبھی ان آیتوں پہ غور کریں تو دل اُداس ہو جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ دنیا میں بھی انسان اللہ کی نافرمانیوں کے ساتھ خوش نہیں

رہ سکتا۔ اگر اللہ کی مرضی کے کام کریں گے تو دنیا بڑی خوبصورت ہو گی۔ اللہ کے نبیؐ نے ہمیں کئی بار یہ بات بتادی کہ "مومن کی حالت دنیا میں بھی بڑی پُر سکون ہوتی ہے۔"

ہم خود کو چیک کریں کہ کیا میں اللہ سے بغاوت تو نہیں کرتی؟

کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی کے بغیر میری خوشی اور غم پورا نہیں ہوتا؟

کوئی بھی نعمت فتنہ بن جاتی ہے۔ جیسے خوبصورتی، ایک آزمائش، دِکھانے کو دل چاھتا ہے۔ جسم خوبصورت shape کا ہے، خوب دکھاو، خوب نمائش کرو۔ اسی طرح باقی نعمتوں کا معاملہ ہے۔ ہر ایک سوچے کہ میں اللہ سے کتنی بچ سکتی ہوں اور کتنی بغاوت کرتی ہوں۔ بغاوت اللہ کو پسند نہیں ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو اپنے ہی کرنے والے پر پلٹ آتی ہیں۔

1۔ ظلم۔ اللہ مجھے اور آپ کو اس سے بچالے

2۔ فریب۔ چکمہ دے دیا

3۔ دغا، جسے دھوکہ کہتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ دو چیزیں ایسی ہیں جس کی سزا دنیا ہی میں مل جاتی ہے 1۔ البغی۔۔بغاوت 2۔ماں باپ کی نافرمانی اگر کبھی کی ہے تو معافی مانگیں۔ بعض دفعہ ماں باپ کی نافرمانی ہم پہ بڑھاپے میں جاکے وبال ڈالتی ہے۔ اور کبھی بچوں کی صورت میں ہمارے لیئے وبالِ جان بن جاتی ہے۔ جتنی جلدی ہو اپنے ماں باپ سے معافی مانگیں اور اُن کے لیئے دعا کریں ربِّ الرحمھما کما ربینی صغیرا۔ ترمذی کی ایک روایت ہے کہ ثواب اور فائدے میں سب سے اچھی چیز صلح رحمی ہے۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ اُنہیں اس چیز کی دعوت دں جو اُنہیں ابدی راحت دے۔ یعنی

امر بالمعروف، نہی عنِ المنکر۔ رشتہ داری بھی بڑا عجیب معاملہ ہے۔ کوئی رشتے دار دس سال ناراض تھے، کوئی فوت ہوا، سب جمع ہو گئے۔ پھر گلے شکوے دور ہو گئے۔ دوست بدل جاتے ہیں رشتہ دار نہیں بدلتے۔ یہ اللہ نے صلح رحمی رکھی ہے۔ تو رشتہ داروں کو اپنا ہم مزاج کر لینا اپنے سکون اور خوشی کا ذریعہ ہے۔

دوسری چیز "حُسنِ معاملہ" کیسے چیزوں سے نمٹا جائے۔ کیا طریقہ ہے کہ کسی بھی طرح سب کو فائدہ پہنچے۔ ہم بغاوت کیوں کرتے ہیں۔ کیونکہ لفظ بہت بڑا ہے۔ حکومت کی نظر میں "باغی" وہ ہے جو حکومت کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کرے۔ اُس لفظ کو یہاں لائیے کہ اللہ سے "بغاوت"۔ نعوذ باللہ انسان اللہ کا تختہ اُلٹنا چاہتا ہے۔ اللہ کے دیے ہوئے life style کو چھوڑ کے اپنی مرضی کا لائف سٹائل لینا چاہتا ہے یہ تو اللہ کے ساتھ جنگ ہے۔ کچھ لوگ تو یہ سوچ بیٹھے ہیں کہ اللہ کے ساتھ چلنا دنیا سے پیچھے رہنا ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ اللہ کو خوش کر کے بھی بندوں کو خوش کیا جا سکتا ہے۔ اور اصل سچ بھی یہی ہے۔ ہم جب اللہ کو ناراض کر کے بندوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں تو وہ پھر بھی نہیں ہوتے۔ آپ اللہ کو خوش کرتے جائیں، اللہ لوگوں کے دلوں سے آپ کے بارے میں گلے شکوے، غصے سب دور کر دے گا۔ اگلی آیت کا topic لکھ لیں "جوان بچے کی اچانک موت"۔ اسکو سُن کے دِل ہلا؟ اس ٹاپک کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں؛

اِنَّمَا مَثَلُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ مِمَّا يَاۡكُلُ النَّاسُ وَالۡاَنۡعَامُ ؕ

دنیا کی زندگی کی مثال بارش کی سی ہے کہ ہم نے اس کو آسمان سے برسایا۔ پھر اس کے ساتھ سبزہ جسے آدمی اور جانور کھاتے ہیں مل کر؛

زمین بنجر تھی، پانی برسا، گھاس اور ہریالی آئی، فصلیں اُگیں

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ

یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوشنما اور آراستہ ہوگئی اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ اس پر پوری دسترس رکھتے ہیں۔

تصور میں موسم بہار لائیں، سوکھی ڈالیوں پہ خوبصورت پتے پھول آنے لگتے ہیں۔ جب بندے پہ بہار آتی ہے تو بہت سارے لوگ اپنی اصل بھول جاتے ہیں۔ بندگی کو بھول کر دوسری چیزوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اس آیت کے ٹاپک کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس مثال کو سمجھیں۔ آسمان سے بارش اُتری، زمین میں لگے بیج پر پڑا اور سبزہ اُگا۔

اسی طرح باپ اور ماں کا پانی ملا، ماں زمین ہے اور باپ سے جو نطفہ نکلتا ہے وہ پانی ہے۔ دونوں ملے تو pregnancy ہوگئی۔ شروع کے دنوں میں ماں مرجھا جاتی ہے۔ پھر جب بچہ ماں کے پیٹ میں پرورش پا کے تھوڑا بڑا ہوتا ہے تو ماں پہ بھی جوبن آنے لگتا ہے۔ پھر اولاد مل گئی۔ دیا کی سب سے خوبصورت دولت اولاد ہی ہوگی جسکو دیکھ کے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ المال و البنون زینۃ الحیاۃ الدنیا۔۔ سورۃ کہف میں ہم پڑھتے ہیں کہ مال اور بیٹے دنیا کی زینت ہیں۔ اب بچہ جوان ہوگیا۔ خوب کڑیل جوان نکلا۔ ماں باپ نے کیا سوچا وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ماشاءاللہ اب بیٹا جوان ہے۔ اب اس کی کمائی کھانے کے دن ہیں۔ آپ سمجھ لیں کہ فصل تیار ہے، اب کسی بھی دن جا کے کاٹ لیں گے

یا درختوں پہ خوبصورت پھل لٹکا دِکھ رہا ہے تو کہتے ہیں بس ایک دو دن کی بات ہے پھر جا پھل اُتار لائیں گے۔ ہمارا نفع ہو گا لیکن؛

اَتٰىهَاۤ اَمۡرُنَا لَيۡلًا اَوۡ نَهَارًا فَجَعَلۡنٰهَا حَصِيۡدًا كَاَنۡ لَّمۡ تَغۡنَ بِالۡاَمۡسِؕ

ناگہاں رات کو یا دن کو ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے اس کو کاٹ (کر ایسا کر) ڈالا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔

اَمۡرُنَا بس ایک امر۔ جب ہم ارادہ کرتے ہیں تو بس اتنا کرتے ہیں "کُن فَیَکون"۔ ایک حکم آتا ہے، کبھی رات کو اور کبھی دن کو تو سب ہو جاتا ہے۔ باغ کی sence میں تو صاف سمجھ آ رہی ہے کہ راتوں رات طوفان آ گیا۔ لیکن اگر اسکو دنیا کی بے ثباتی کے رنگ میں دیکھیں تو یہی انسان کا معاملہ ہے۔ انسان دنیا میں دن رات محنت کرتا ہے۔ اللہ کی مرضی کے دائرے میں کرے تو عبادت ہے، مرضی کے خلاف چلے گا تو بغاوت ہے۔ پھر بیوی، بچے ہوئے، خرچے بڑھ گئے۔ بچے بڑے ہوئے تو لگا میرا گھر میری جنت۔ پھر!! نظریں لگیں تو اللہ کسی بچے کو اپنے پاس بُلا لیتا ہے۔ بچے کو نہ بُلوائے خود چلے گئے۔ جب خوشیاں دیکھنے کے دن آتے ہیں باپ دنیا سے چلا جاتا ہے۔ میں نے تو ایسے گھر دیکھے ہیں جہاں چھوٹے بچوں کی کلکاریاں ہوتی ہیں اور اللہ جوان باپوں کو لے جاتا ہے۔ اللہ سب کو سلامت رکھے۔ کہیں کسی بچے کی ماں لاڈ نہ دیکھ سکی اور کہیں باپ نہ دیکھ سکا۔

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ‏ ﴿۲۴﴾

جو لوگ غور کرنے والے ہیں۔ان کے لیے ہم (اپنی قدرت کی) نشانیاں اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔

یہ ہے دنیا کی زندگی کی کہانی۔کہتے ہیں نہ کہ "جب آنکھ کھلی گُل کی،تو موسم تھا خزاں کا"

جب کلی ہے تو بہار ہے۔پھر پھول کھلتا ہے تو اُسکی پتیاں بکھرنے لگتی ہیں اور آخر میں خزاں رہ جاتی ہے۔یہ دنیا جو ہمارے پاوں پکڑے ہوئے ہے۔جس کے غموں کی وجہ سے ہماری نمازوں میں خشوع و خضوع نہیں رہا،ایک دن ہمارے ہاتھوں سے چلی جاتی ہے۔جب کوئی عین جوانی میں چلا جاتا ہے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ اس دنیا کی کیا حیثیت ہے۔بہادر شاہ ظفر کا شعر ہے

عمرِ دراز مانگ کے لائے تھے چار دن - دو آرزو میں کٹ گئے، دو انتظار میں

پہلے آرزو ہوتی ہیں، خواب، بچے، بڑا گھر۔انسان کی طبع عمر کیا ہے۔پہلے بچپن۔۔۔نا سمجھی، کھیل کود میں ضائع ہو گیا۔شعور اور جوانی کا بہت تھوڑا وقت ہوتا ہے کام کرنے کا۔پھر اُس کے بعد بڑھاپا۔جس میں بڑے بڑے گھر، پیسہ سب بیکار لگتے ہیں۔استعمال نہیں کر سکتے صرف حسرت رہ جاتی ہے۔یہ دنیا ہے، جس کے پیچھے میں اور آپ لگے ہوئے ہیں۔اگر ہماری زندگیوں سے قرآن اور عبادت نکل جائے تو پیچھے کیا ہے "حسرت"۔ایک بچے کو ڈاکٹر بننے میں ماں باپ کا پیسہ بھی لگتا ہے اور وقت بھی۔ایک لمبے عرصے کے بعد وہ کمانے والا بنتا ہے۔بزرگوں کو کتنا وقت لگ جاتا ہے گھر کی چار پانچ سیڑھیاں چڑھنے میں، جب عمر زیادہ ہونے لگتی ہے تو پھر ہر چیز میں پرہیز آ جاتا ہے۔یہ ہے زندگی۔یہ ایک نہ ختم ہونے والے سلسلے کا نام ہے۔علامہ اقبال نے ایک بڑا خوبصورت شعر کہا؛

تو اسے پیمانہ افروزو فردہ سے نہ ناپ - جاوداں، فہم دواں ہر دم جواں ہے زندگی

دنیا کی جتنی بھی چیزیں ہیں ہم ان میں سے کیا سمیٹ رہے ہیں۔ علامہ اقبال کہتے ہی کہ انسان تو اتنا نا سمجھ ہے، اتنا کم ظرف ہے کہ

تو ناداں چند کلیوں پہ قناعت کر گیا - ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیِ داماں بھی ہے

کہتے ہیں کہ تو یہ چند کلیاں لے کے چل پڑا۔ اللہ کے پاس تو اتنا ہے کہ تیرا دامن چھوٹا پڑ جائے گا۔ اللہ نے تمہیں دنیا میں آخرت کی تیاری کے لیئے بھیجا تھا۔ اور تو دنیا کی تیاری میں آخرت کی تیاری کو بھول گیا۔ تو "جینے" والوں کو "جانے" کی فکر کرنی چاہیئے۔ یہ آیتیں ہمیں پیغام دے رہی ہیں کہ ہر دن میری زندگی میں کمیاں ہو رہی ہیں۔ کہیں کمزوری، کہیں بیماری۔ اپنے بڑوں کو دیکھیں وہ کل کیا تھے۔ بھاگ بھاگ کے کام کرنے والے آج لاغر دِکھتے ہیں۔ وقت جیت جاتا ہے۔ یہ دینا کی زندگی ہے۔

سورۃ عنکبوت کی آیت 64 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں؛

وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٦٤﴾

یقیناً آخرت کا گھر ہی اصل گھر ہے۔ کاش کہ انکو معلوم ہوتا

مومن اور کافر کی زندگی میں بھی فرق ہے۔ علامہ اقبال کا ایک شعر ہے؛

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گُم ہے -- مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق

مطلب کیا ہے کہ کافر اس دنیا کی رنگ رلیوں میں کھویا ہوا ہے۔

ہم کہیں سے گزر رہے تھے تو ایک دکان پہ ایک t-shirt تھی۔ اُس پہ لکھا تھا eat, sleep,party then repeat۔ یہ وہ جملے ہیں جو ہماری نسلوں کو خراب کرنے والے ہیں۔ کافر اس دنیا یہ میں کھویا رہتا ہے اور مومن اتنا گہرا ہوتا ہے کہ یہ کائنات اُس کے بارے میں سوچتی ہے کہ یہ اللہ کا بندہ کہاں جا رہا ہے۔

تو سوچیۓ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ کائنات ہم سب کو دعوت دیتی ہے۔ ہر دن کا سورج ہمیں کچھ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ کل جو نہیں کر سکے آج کر لو، اُس کی تلافی کر لو۔ غور، فکر تدبر اندر کے پردے کھول دیتا ہے۔ لیکن جو دنیا میں پڑے رہتے ہیں وہ مصنوعی ماحول کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں۔ اُنکو یہ Natural ماحول اچھے نہیں لگتے۔ وہ کیا کائنات کی یہ نشانیاں دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ ہمیں غور و فکر کی عادت پڑ جائے۔

کھول آنکھ زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ

مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

ہم میں سے کون ہے جو ہر روز اُبھرتے سورج کو دیکھتا ہے۔ اگر دیکھیں تو دل میں اُمیدیں بندھتی ہیں کہ میرے بھی دن پھریں گے۔ ان آیات پہ ایک سی ڈی ہے ”زندگی ایک ڈھلتا سایہ“ اگر ہو سکے تو نورالقرآن ویب سائٹ سے ضرور سُنیں۔

اب یہاں اللہ سبحان و تعالیٰ نے ایک تشبیہ دی ہے

1۔ جسطرح بارش کا پانی ہمارے اختیار میں نہیں ہے اسی طرح دولت بھی ہمارے اختیار میں نہیں ہے

2۔بارش کبھی کم ہوتی ہے کبھی زیادہ ہوتی ہے اسی طرح دولت بھی کبھی کم ہوتی ہے کبھی زیادہ ہوتی ہے۔

3۔بارش کا وقت معلوم نہیں ہوتا،اسی طرح دولت کب مل جائے گی پتہ نہیں ہوتا۔

4۔بارش زیادہ ہو تو مشکل نہ ہو تو مشکل،اسی طرح دولت نہ ہو تو مشکل اور اگر زیادہ ہو تو بہت مشکل

5۔بارش کی ہمیشہ ضرورت ہوتی ہے،اسی طرح زندگی گزارنے کے لیئے مال کی ضرورت ہوتی ہے۔

6۔ایک اور بہت خوبصورت تقابل ہے کہ بارش ہوتی تو بہت جگہوں پہ ہے لیکن فصل صرف ذرخیز زمیں پر ہوتی ہے۔،اسی طرح دولت تو اللہ نے بہت لوگوں کو دی ہے لیکن بہت کم کسی کو خیر اور بھلائی کے کاموں میں لگانے کی توفیق دی۔وہ دنیا کی دولت کو دین کی دولت کمانے کا ذریعہ نہیں سمجھتے بلکہ اُسی کو اور بڑھانے کی فکر میں رہتے ہیں۔

7۔بارش بھی آسمان سے اُترتی ہے اور رزق بھی آسمان سے اُترتا ہے۔

ہمارے لیئے اس آیت میں عمل کی کیا بات ہے کہ آخرت کی فکر کرنی ہے۔مال اور اولاد سے محبت کرنی ہے،انکا حق دینا ہے لیکن ان کو دنیا کی زینت نہیں سمجھنا۔ان سے لمبی اُمیدیں نہ لگائیں۔بچیوں کے جہیز اکٹھے نہ کریں۔ایک "کُن" ہماری خوشیوں کو بدل دیتا ہے۔اللہ کہتا ہے اولاد کی دنیا کی بھی فکر کرو اور آخرت کی بھی فکر کرو۔اللہ اس دنیا سے بھی لینے دینے والا رکھے اور آخرت سے بھی محروم نہ کرے۔

یہاں ایسے لگتا ہے توجہ بتائی جا رہی ہے کہ تم ایک ہی طرف کے ہو کے رہ گئے ہو، دنیا کو جنت بنانا چاہتے ہو، تم اپنی اولادوں کی دنیا سنوارنا چاہتے ہو؟

وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِؕ --اور خدا سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔

تم دینا کو جنت بنا ہی نہیں سکتے۔ ہاں ایک جگہ کا open invitation ہے اللہ کی طرف سے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں میرا گھر ہے۔ "دارالاسلام"۔ میں تمھیں اپنے سلامتی والے گھر کی طرف بُلاتا ہوں۔ یہ جنت کا ایک نام ہے۔ جو جانا چاہتا ہے اُسکو

وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۲۵﴾ اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

آپ اگر اپنی کسی دوست کو درس کی دعوت دیں اور وہ حیلے بہانے بنائے تو آپ سمجھ جائیں گی کہ یہ نہیں آنا چاہتیں۔ تو کیا آپ اسے اپنے گھر کی direction دیں گے۔ پھر اسی طرح آپ نے اگر اپنی کسی دوست کے گھر جانا ہو تو آپ اُس سے direction پوچھیں گے اور اگر آپ کو جانا ہی نہ ہو تو کیا آپ اُس سے کچھ پوچھیں گے؟ اسی طرح اللہ اپنی طرف صرف اُن کو بُلاتا ہے جو آنا چاہے۔ اللہ ہدائیت صرف اُسی کو دیتے ہیں جو لینا چاہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں کہ تم ارادہ پکّا کرلو ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۛۚ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَۙ۔ تو پھر تمھیں ہدایت کا راستہ دکھاؤں گا۔ دَارِ السَّلٰمِؕ آخرت میں ہے، ہم اس دنیا میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ پچھلے سال میں وہ بیمار نہیں ہوا، کوئی پریشانی نہیں آئی، کسی نے ہمارا دل

نہیں دُکھایا یا ہم نے کسی کا دل نہیں دُکھایا۔ نہیں کہہ سکتا۔ ہاں آنے والے وقت میں اگر اللہ ہمارا خاتمہ خیر پہ کرے تو پھر اُدھر ہمیں یہ سب مل سکتا ہے۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۔ جن لوگوں نے نیکوکاری کی ان کے لیے بھلائی ہے۔

لفظ حُسنٰی کے معنی ہیں نیک جزا۔ یہاں اس سے مراد جنت ہے۔ جیسے آپ سب سیکھنے کا کام کر رہے ہیں تو حدیث میں ہے کہ ایک ایک حرف کے بدلے دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ تو اجر ملے گا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ اجر ملے گا۔ اُمیدوں سے زیادہ جنت ملے گی۔ صحابہ اکرام نے اللہ کے نبی سے پوچھا کہ 'حُسنیٰ' تو سمجھ آگیا کہ جنت ہے لیکن اللہ کے نبیؐ نے کیا فرمایا ہے؟ آپؐ نے فرمایا زِيَادَةٌ اللہ کے چہرے کا دیدار ہے۔ اس حدیث کی تفسیر میں ایک اور حدیث ملتی ہے کہ نبی کریمؐ نے زِيَادَةٌ اس کو کس طرح explain کیا۔ جنتی، جنت کی نعمتوں کو پا کر بہت خوش ہوں گے کہ اب اس سے زیادہ اور کیا ہو گا تو ایک دن اللہ تعالیٰ اُنکو بلائے گا اور کہے گا "اسلام و علیکم یا اہلُل الجنہ" اے جنتیو! تم پر سلامتی ہو۔ وہ کہیں گے؛ اے اللہ ہم حاضر ہیں اور اس پہ خوش ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھیں گے "الرضیت" کیا تم خوش ہو۔ وہ کہیں گے: اے اللہ ہمیں کیا ہے کہ ہم خوش نہ ہوں۔ تو نے ہمیں وہ سب کچھ دے دیا جو دوسروں کو نہیں دیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہیں گے کہ آج میں تمہیں کچھ اور بھی دینا چاہتا ہوں۔ وہ کہیں گے اللہ اس سے بھی بڑھ کے کچھ ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کہیں گے ہاں 'آج میں تمہیں اپنی رضا دوں گا۔ آج کے بعد میں تم سے ناراض نہیں ہو نگا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے چہرے سے پردے ہٹا دیں گے۔ اللہ کے چہرے کا دیدار ہو گا۔ تو جنتی جنت کی سب نعمتوں کو بھول جائیں گے اور کہیں گے کہ اے اللہ ہم سے جنت کی سب

نعمتیں لے لے اور دوبارہ اپنے چہرے کا دیدار کروادے۔ جو لوگ جنت الفردوس میں ہونگے وہ ہر روز اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔ یہ سب اُسکو ملے گا جس نے دنیا میں اللہ کو پانے کی کوشش کی۔ اللہ کے نبیؐ کی دعاوں میں ایک دعا ہے؛ اے اللہ میں تیرے چہرے کو دیکھنے کی لذت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ تشہد کی دعاوں میں ہے۔ کیا ہم نے کبھی یہ دعا کی۔ ہم تو اپنے دنیا کے favourites کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب جنتیوں کو یہ سب مل جائے گا تو پھر وہی کیفیت جسے اللہ نے آگے کہا؛ کچھ چہرے اُس دن چمک رہے ہوں گے۔ اصل محبت اللہ کو پانے کی ہے۔ اللہ وہ ہمیں دے دے۔ اور پھر ہم اُسکی قدر بھی پہچانیں۔

وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ اور (مزید بر آں) اور بھی اور ان کے مونہوں پر نہ تو سیاہی چھائے گی اور نہ رسوائی۔

جو دنیا میں اللہ سے پیار کرتا ہے وہ اپنے چہرے کے لیئے اتنا conscious نہیں ہوتا۔ وہ اپنے چہرے کو نہیں چمکاتا۔ وہ اپنے نامۂ اعمال کو چمکاتا ہے۔ دینا میں ہمیں کبھی وقت ملتا ہے کبھی نہیں ملتا کہ ہم اپنے چہروں کو کچھ کرواسکیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کہتے ہیں وہاں انکے چہروں پر غبار نہیں ہوگا اور غبار ایک اور وجہ سے بھی ہوتا ہے اور وہ ہوتا ہے regret۔ نیک کام نہ کرنے کی ندامت۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے دینا میں کمائیاں کی ہیں تو انکے چہرے چمک رہے ہونگے۔

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٦﴾ یہی جنتی ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اپنے لیئے، اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں کے لیئے دعا کریں کہ اللہ ہمیں ان میں شامل کرنا۔ نیکیاں مل رہی ہیں۔ ایک ایک کے بدلے دس دس۔

لیکن اب ایک دوسرا بدنصیب گروہ بھی ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَاۙ اور جنھوں نے برے کام کئے تو برائی کا بدلہ ویسا ہی ہو گا۔

سوچیئے کون سے گناہ ''السَّيِّاٰتِ''۔ بڑے بڑے گناہ نہیں۔ چھوٹے گناہ۔ لیکن وہ اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ ایک life style بن جاتا ہے۔

وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ اور ان کے مونہوں پر ذلت چھا جائے گی۔

اگر کسی کا نام عاصم ہو تو ٹھیک پڑھا کریں، معنی بدل جاتا ہے۔ ع ص م بچانے کو کہتے ہیں۔ اردو میں لفظ عِصمت بھی اسی سے آتا ہے۔ تو عاصم کے معنی ہیں بچانے والا۔ تو وہاں بچانے والا کوئی نہیں ہو گا۔

كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ -- ان کے مونہوں (کی سیاہی کا یہ عالم ہو گا کہ ان) پر گویا اندھیری رات کے ٹکڑے اُڑھا دیئے گئے ہیں۔

جہنمیوں کے چہرے اتنے کالے ہوں گے جیسے اندھیری رات، جس میں ایک ستارہ بھی نہ ہو۔ تو ذہن میں ''توا'' آ جاتا ہے جس پر بار بار روٹی پکنے سے سیاہ ہو جاتا ہے۔ غم اور دُکھ کی وجہ سے ان کے چہرے سیاہ ہو چکے ہونگے۔

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾ یہی دوزخی ہیں کہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

دنیا میں چہرے چمکانے کے کتنے انتظام تھے۔ لیکن نامہ اعمال کی سختی چہروں پہ آگئی۔ قتّار کہتے ہیں 'زبردستی' چھاجانا۔ سورۃ عبس کی آیت 40-41 میں ہے

وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾

اور کچھ چہروں پر اس روز خاک اڑ رہی ہو گی اور کلونس چھائی ہوئی ہو گی

ہم یہ آیتیں سُن تو رہے ہیں لیکن ان آیتوں کو پڑھتے ہوئے کچھ کہنے کو دل نہیں چاہتا۔ میں چاہ کے بھی بات نہیں کر پا رہی۔ قرآن کے لفظ اتنے strong ہیں کہ میرے کمزور الفاظ ان کے آگے کچھ نہیں۔ اتنا مضبوط پیغام ہے۔ خود سمجھ آ رہی ہے کہ اللہ کو ناراض کر کے زندگی کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ فرائض کو چھوڑ کے انجام سیاہی ہے۔ اور اگر اللہ کی طرف بھاگ رہے ہیں، اللہ کے راستوں کی طرف آ رہے ہیں تو وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ یہاں پہ تقابل پورا ہوا۔

هم سب اپنے لیئے عمل کی بات لیں اور وہ کیا کہ جو چیز کل نہیں رہنی اُسے آج ہی چھوڑ دو۔ اگر کوئی چیز چھینے تو تکلیف سے دیتے ہیں اور اگر اپنے ہاتھ سے دیں تو خوشی سے دیتے ہیں۔ آپ اپنی شادی کا جوڑا سوچیں جب خریدا تو کسی کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے تھے۔ شادی کے بعد کچھ عرصہ گزرا تو پرانا لگنے لگا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد بوجھ بن گیا۔ آج اپنا کوئی پرانا جوڑا جو کبھی آپکو بہت پسند تھا، اسے دیکھ کر سوچیں کہ اسے پانے کے لیئے میں نے کتنی محنت کی۔ بالکل یہ حال ہمارا بھی ہونے والا ہے۔ جو جوان بچے ماں باپ کے سامنے دنیا سے چلے جاتے ہیں وہ نئے جوڑوں کی طرح ہیں۔ جو ترستے ہیں۔ اور جو بوڑھے ہو کے جاتے ہیں انکا حال پرانے جوڑوں کی طرح ہے۔ گھر والے بھی کہتے ہیں شکر ہے کمرہ خالی

ہوا۔ اماں جی نے لیا ہوا تھا۔ ابا جی کی کھانسی بھی بہت تنگ کرتی تھی۔ منہ سے کوئی نہیں کہتا، لیکن یہ فطرت ہے۔ اسی طرح جب grocery گھر میں آتی ہے تو کتنی رونق ہو جاتی ہے۔ فریج بھی بھر جاتا ہے۔ پھر وہی جوس کے ڈبے جب خالی ہو کے trash cane میں جاتے ہیں تو کیا حال ہو تا ہے۔ یہ "ٹریش" کیا ہے۔ یہ کل کی دنیا اور آج کی لاشیں ہیں۔ چھلکے، گندگی دیکھیں تو آپکو دنیا کی حقیقت سمجھ آ جائے گی۔ ہم سب گزر رہے ہیں لیکن آگے جا کے اصل ملنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں مایوس نہیں کیا۔ صرف کرنا کیا ہے کہ آگے کے لیئے کچھ بچا کے رکھنا ہے۔ اب سبق کی آخری دو آیتیں ہیں جن میں ناکام ترین انسان "مشرک" کا ذکر ہے۔

سبق کی پہلی آیت کیا تھی وَإِذَآ أَذَقْنَا ٱلنَّاسَ رَحْمَةً۔ نعمتیں ملیں اللہ کو یاد رکھا، نعمت گئی، بھول گئے۔ یہ بھی شرک ہے۔ اسکو کہتے ہیں "شرک بالتصرُف"۔ شرک صرف بُت کے آگے یا قبر کے آگے جھکنے کا نام نہیں ہے۔ یہ وہ شرک ہیں جو ہمیں دکھائی نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ اب یہاں ایک اور شرک کی بات کرتے ہیں۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾

جس روز ہم ان سب کو ایک ساتھ (اپنی عدالت میں) اکٹھا کریں گے، پھر ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا ہے کہیں گے کہ ٹھیر جاؤ تم بھی اور تمہارے بنائے ہوئے شریک بھی، پھر ہم ان کے درمیان سے اجنبیّت کا پردہ ہٹا دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے کہ "تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔

فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿٢٩﴾

ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے کہ (تم اگر ہماری عبادت کرتے بھی تھے تو) ہم تمہاری اس عبادت سے بالکل بے خبر تھے"

جن کی قبروں پہ جاکے روتے دھوتے رہے، چڑھاوے چڑہائے، منتیں مانی وہ کہیں گے کہ تم نے تو ہمارے لیئے کچھ کیا ہی نہیں۔

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٣٠﴾

اُس وقت ہر شخص اپنے کیے کا مزا چکھ لے گا، سب اپنے مالک حقیقی کی طرف پھیر دیے جائیں گے اور وہ سارے جھوٹ جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے گم ہو جائیں گے

یعنی جن کی شفاعت کی اُمیدیں تھیں ان سے کچھ نہیں ملے گا۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سُنا وہ افسانہ تھا

اب دیکھتے ہیں کہ جن کو دنیا میں پوجا جاتا ہے وہ کون ہیں اور ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟

عموماً جن کو پوجا جاتا ہے ان میں سب سے پہلے اپنے وقت کے نیک لوگ ہوتے ہیں۔ نبیؑ۔ جن میں سب سے پہلی مثال حضرت عیسیٰؑ کی ہے۔ نیک تھے لیکن اُنہوں نے نہیں کہا تھا کہ مجھے پوجنا۔ اور سورۃ مائدہ کے آخر میں ہم پڑھ چکے کہ قیامت کے دن وہ اس پہ بہت پریشان ہونگے کہ کہیں اللہ ہم سے نہ پوچھ لے۔ اسی طرح قوم نوح کے جو بُت تھے۔ سواء، یہوص، نصر وغیرہ۔

آج کے دور میں بزرگوں کے چند نام ہیں جیسے داتا ہجویری، عبدالقادر جیلانی، غوثِ پاک۔ انکی حقیقت کا مجھے بہت علم نہیں لیکن ان میں سے زیادہ ترنیک لوگ تھے۔ جنکی ساری زندگی توحید، قال اللہ و قال الرسول ؐ کی دعوت پر گزری۔ لیکن لوگ شخصیت پرستی میں پڑ گئے۔ انہی کو خُدا بنادیا تو بات پلٹ گئی۔ جن معبودوں کو پوجا جاتا تھا اللہ انکو نہیں پکڑے گا کیوں کہ اُنہوں نے نہیں کہا تھا کہ ہمیں پوجو۔ لیکن جو پوجتے تھے اُن کو ضرور پکڑے گا۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہوتے ہیں کہ دینا میں ہی پیر بنے ہوتے ہیں۔ قبریں بنالیں، درگاہیں بنالیں، زندگی میں گدی نشین تھے، مرنے کے بعد انکی قبریں بن گئیں۔ انکے ساتھ پھر اللہ کا معاملہ مختلف ہو گا۔ وہ خود لوگوں کو اپنی پیروی کا کہتے تھے۔

اسی طرح کچھ لوگ فرشتوں کو پوجتے ہیں۔ انکو بھی بچالیا جائے گا۔ کیونکہ فرشتوں کو اللہ نہیں پکڑے گا۔ تو بتادیا گیا کہ جو جس کے پیچھے جاتا ہے، سوچ سمجھ کے جائے۔ نیک ہیں، تم بھی نیک بنو۔ یہ تو نہیں کیا" اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ "کو پکڑو بلکہ کہا الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ۔ اس راستے پہ چلو جس پر عبدلقادر جیلانی چلتے تھے۔ تم بھی نیکیاں کرو اور نیک بنو۔ تم بھی توحید کا پرچار کرو۔ ہم شارٹ کٹ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہاں پھوٹ ڈلوادے گا، میدانِ محشر میں بڑی لڑائیاں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچائے۔ مَّا كُنۡتُمۡ اِيَّانَا تَعۡبُدُوۡنَ جنکے پیچھے بھاگتے رہے وہ بے نیاز ہو گئے۔ اور اس کو اگر ہلکے درجے کا شرک کر لیں جو اُمتِ مسلمہ میں عمومی ہے کہ اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کے پیچھے بھاگنے والے اُس دن پریشان ہوں گے کہ جنکو خوش کر کے اللہ کو ناراض کیا وہ کیا بن گئے۔ کچھ بن بھی گیا تو کیا کرے گا۔ آج تو وہ خود پکڑا گیا ہے۔

تو پورے سبق کا خلاصہ کیا ہے اللہ کی ذات نمبر 1۔ Top most priority

اس پر ہر بات ٹھیک ہے۔ اللہ معاف بھی کرے گا۔ لیکن اگر اللہ نمبر 1 سے 2 پہ آگیا تو پھر اللہ کہتا ہے کھڑے رہو اپنی جگہ پہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظاہری باطنی شرک سے بچائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنی اصلاح کریں، اور اس دین کو عام کریں اپنے گھروں میں بھی اور باہر بھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس میں ہمارا حصہ ڈال دے۔۔ آمین